رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانے والا اکیلا اخبار ماہ کی ۳، ۱۷ کو شائع ہوتا ہے

نور

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے

شتشماہی ایک روپیہ بارہ آنے

سالانہ سرپرستوں سے دس روپے

امراء سے پانچ روپے

ممالک غیر سے آٹھ شلنگ

ایڈیٹر

ایس محمد یوسف

جلد (۲) | اخبار "نور" قادیان ۲۰ شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۲۹ء | نمبر (۸)

KHILAFAT LIBRARY

اس انقلاب لانے میں ہماری مدد کیجئے

اس اخبار کے صفحہ ۲ پر فہرست مضامین اور اخبارات کے ریویوز سے آپ اس نتیجہ پر بخوبی پہنچ سکینگے کہ "باوا نانک کا مذہب" سکھوں۔ نانک پنتھیوں۔ سناتنیوں وغیرہ میں تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔ کسی مسلمان اور سکھ کا ہاتھ اس جامع کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔

جس قدر بھی زیادہ تعداد میں یہ سکھوں اور نانک پنتھیوں وغیرہ کے ہاتھوں میں جائیگی۔ اسیقدر زیادہ یہ اپنا تبلیغی اثر ڈال سکیگی۔ اور اس کا گورمکھی ترجمہ تو یلاشبہ بفضل خدا سکھوں اور نانک پنتھیوں کی کایا پلٹ دیگا۔ کیونکہ نہ صرف یہ کہ گورمکھی سکھ قوم کے بچے اور مستورات تک بھی پڑھی ہوئی ہیں۔ بلکہ گورمکھی زبان ان کے ہاں ایک مذہبی درجہ رکھتی ہے۔ جس کے ساتھ ہر ایک سکھ اور نانک پنتھی کی وابستگی کسی تشریح کی محتاج نہیں گورمکھی میں ترجمہ کے لئے خاص دقت اور محنت سے کام لینا پڑے گا۔ محض تبلیغ کی خاطر ہم اس محنت کو برداشت کرنے کے لئے بخوشی تیار ہوں۔ مگر گورمکھی اڈیشن کے چھپوائی کے اخراجات کا سوال اٹل ہے۔ اور اس کا حل اردو اڈیشن کی بکری پر منحصر ہے۔

اس کی بکری کا ایک حصہ گورمکھی اڈیشن کی چھپوائی پر خرچ ہوگا۔ اسلئے اردو اڈیشن کی فروخت جس قدر بھی زیادہ ہوگی۔ اسیقدر گورمکھی اڈیشن کے لئے سہولتیں بہم پہنچا ہو سکیگی۔

لہٰذا نہ صرف خود ہی بلکہ آپ کو اپنے دوستوں کے حلقہ میں بھی اس کی بکری کے لئے وسیع پیمانہ پر سعی بلیغ سے کام لینا چاہیئے۔

اس وقت سکھ نوجوانوں میں مذہبی چھان بین کے متعلق ایک خاص حرکت ہو رہی ہے۔ گرم لوہے پر ہی چوٹ ٹھیک بیٹھتی ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ ہم سکھ نوجوانوں میں تبلیغی شعبہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی نظر انداز نہ کریں۔ کیونکہ ہر ایک لمحہ کی تاخیر ہمیں کامیابی سے دور لے جائیگی۔ اور سکھوں میں تبلیغ کے لئے آج "باوا نانک کا مذہب" جیسی جامع کتاب سے بڑھ کر اور میسر نہیں آسکیگی۔ اور پھر اس کا گورمکھی اڈیشن تو سبحان اللہ سونے پر سہاگہ ہی ہوگا۔ لہٰذا آپ کو بہت جلد اس اردو اڈیشن کو خرید کر سکھوں اور نانک پنتھیوں میں وسیع پیمانہ پر تقسیم کرنا چاہیئے۔ جس سے یک کرشمہ دوکار برآمد ہوں گے۔ ایک تو ایسی بے نظیر تبلیغی کتاب اپنے محل پر پہنچیگی۔ دوم گورمکھی اڈیشن کے لئے راستہ صاف ہوگا۔ اور یہ شری گورو نانک جی کا روحانی اثر صرف سکھوں نانک پنتھیوں تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ بحیثیت مجموعی تمام ہندو قوم پر ہے۔ لہٰذا اس کی اشاعت خدا کے کرم سے سکھوں اور نانک پنتھیوں میں خصوصاً اور دیگر ہندو اقوام میں عموماً خوشگوار تبلیغی نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ لہٰذا آپ کو اس کے خریدنے اور سکھوں اور ہندوؤں میں وسیع پیمانے پر تقسیم کرنے میں فی الفور عملی قدم اٹھانا چاہیئے۔

آپ کے اچھے جواب کا منتظر مینیجر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

جن دوستوں کے نام یکم فروری کو وی پی کئے گئے ہیں۔ مجھے توقع کرنی چاہیئے۔ کہ یہ دوست ایسے مجاہد اور غازی پرچہ کا وی۔ پی ہرگز واپس نہیں کریں گے (مینیجر)

KHILAFAT LIBRARY

باوا نانک کے مذہب کا دوسرا اڈیشن

پہلے حجم ۱۵۰ صفحہ تھا اور قیمت ۱۲؍ اب حجم ۲۵۰ صفحہ اور ایک عکسی تصویر کا اضافہ کاغذ لکھائی چھپائی سب اعلےٰ مگر قیمت صرف ۱۲؍ پھر نور کے خریداروں سے صرف ۸؍ یہی وہ کتاب ہے جس نے مذہبی دنیا میں قابل رشک قبولیت حاصل کی تھی۔ اب اس کا دوسرا اڈیشن نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے۔ اور اسمیں سکھ مذہب کے متعلق اسقدر نادر تبلیغی اور مفید مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ آپ کتاب کو دیکھیں۔ اور پڑھیں خود داد دیں گے۔ بعد از ملاحظہ اگر ناپسند ہو تو ایک ہفتہ کے اندر اندر کتاب واپس کر کے اپنی قیمت لے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کتاب میلی یا کوئی ورق خراب نہ ہو گیا ہو۔ اس کے پہلے اڈیشن پر ملک کے مشہور و معروف اخبارات نے جو شاندار ریویو کئے ان کا اختصار درج ذیل ہے۔

مسلم آؤٹ لک لاہور اپنے ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ فاضل مصنف نے اسقدر ٹھوس میٹریل اس کتاب میں بھر دیا ہے۔ کہ کتاب کو ختم کرنے کے بعد آدمی کے دل میں یہ بات گڑ جاتی ہے۔ کہ سکھ مذہب کا بانی قولاً و فعلاً مسلمان تھا کتاب بالکل بغیر زبان اور لہجہ میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ آجکل مذہبی دنیا میں نایاب ہے اس کا مطالعہ سکھوں اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کیلئے بیحد مفید ہے۔

المنیر جھنگ اپنے ۸ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ یہ کتاب ایسی اعلیٰ پایہ کی کتاب ہے۔ کہ جس کے دیکھنے سے فاضل مصنف کے اس دعوے کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے۔ کہ اس کتاب کے مرتب کو نہیں پانچ ہزار سے بھی زیادہ اوراق پر نظر ڈالنی پڑی ہے۔ کتاب اچھی قابل دید ہے۔

نیر اعظم مراد آباد اپنے ۱۲۔ جون ۱۹۱۹ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ فاضل مصنف نے یہ کتاب نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ لکھی ہے۔

پلیسہ اخبار لاہور اپنے ۱۴۔ فروری ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ ایسے دلائل کے اسلحے سے مسلح ہو کر جتنے کہ یہ ہو رہے ہیں جس میدان میں بھی جنگ کریں گے کامیاب ہونگے۔ پھر یہی اخبار اپنے ۹ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ قابل مصنف نے اس ضخیم کتاب میں بڑی تحقیق سے کام کیا ہے۔

روزانہ سیاست لاہور اپنے ۲۸۔ جولائی ۱۹۲۴ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ یہ مشہور مصنف کی ایک زبردست تصنیف ہے جسمیں نہایت قابلیت کیساتھ جناب باوا نانک صاحب کا مسلمان ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

الفضل قادیان اپنے ۱۱۔ اکتوبر کے اشو میں لکھتا ہے۔ کہ کتاب نہایت محنت اور قابلیت سے لکھی گئی ہے

خطیب دہلی اپنے ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ یہ کتاب بہت محنت سے لکھی گئی ہے اس کا مطالعہ سکھوں اور مسلمانوں کے اتحاد کے لئے بیحد مفید ہے۔

رسالہ معارف اعظم گڑھ اپنے جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ کتاب نہایت دلچسپ معلومات اور دلائل سے لبریز ہے۔

میونسپل گزٹ لاہور اپنے ۱۹۔ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے۔ کہ بلاشبہ یہ ایک قابل دید کتاب ہے

اخبار کشمیری لاہور اپنے ۷ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب جو سکھ مذہب میں تبلیغ اسلام کے لئے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ آپنے یہ کتاب لکھی ہے جسمیں نہایت قابلیت اور کمال صحت معلومات سے یہ ثابت کیا گیا کہ بابا نانک صاحب مسلمان تھے۔ کتاب کو پڑھ کر بے اختیار مصنف کی اس جانکاہی عرقریزی اور حسن اصلوب انشاء کی تعریف کرنی پڑتی ہے

باوا نانک کے مذہب کے جدید اڈیشن کی فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۱	اس کتاب کے پہلے اڈیشن پر اخبارات کا تبصرہ	۱	۲۲	آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت باوا صاحب کی عقیدت	۱۰۲
۲	معزز سکھ اخبارات کی شہادتیں	۳			
۳	متعصب آریہ اخبارات کا اعتراف	۱۴	۲۳	حج کعبہ اور حضرت باوا صاحب	۱۰۸
۴	الاکابرین کی شہادتیں	۱۵	۲۴	قیامت پر ایمان اور حضرت باوا صاحب	۱۱۶
۵	دیباچہ	۱۷	۲۵	عقیدہ ملائکہ اور حضرت باوا صاحب	۱۲۰
۶	ہندوؤں کے عقاید اور سکھ مذہب	۲۰	۲۶	قرآن مجید اور حضرت باوا صاحب	۱۲۳
۷	پہلا عقیدہ وید سمرتی پران	۲۲	۲۷	چولہ اور حضرت باوا صاحب	۱۲۸
۸	دوسرا عقیدہ مسئلہ چھوت	۲۶	۲۸	باوا صاحب کا دوسرا تبرک	۱۳۷
۹	تیسرا عقیدہ تیرتھ یاترا	۳۶	۲۹	اسلام اور حضرت باوا صاحب	۱۳۹
۱۰	چوتھا عقیدہ جینو	۴۱	۳۰	عقیدہ شیطان اور سکھ مذہب	۱۴۲
۱۱	پانچواں عقیدہ مورتی پوجا	۴۴	۳۱	مسلمانوں کی رواداری	۱۴۴
۱۲	چھٹا عقیدہ سوتک پاتک	۵۰	۳۲	صوفیائے کرام اور حضرت باوا صاحب	۱۴۹
۱۳	ساتواں عقیدہ اوتار	۵۴	۳۳	حضرت باوا نانک کے چیلے	۱۵۵
۱۴	آٹھواں عقیدہ گئو پوجا	۵۸	۳۴	حضرت باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید	۱۵۹
۱۵	نواں عقیدہ مردہ کا جلانا	۶۱	۳۵	حضرت باوا صاحب کے اسلام پر غیر جانبدارانہ شہادتیں	۱۶۵
۱۶	دسواں عقیدہ ذبیحہ و جھٹکا	۶۸	۳۶	گرنتھ صاحب اور شیخ فرید رحمتہ اللہ علیہ	۱۷۰
۱۷	گیارھواں عقیدہ تناسخ	۷۳	۳۷	خاص قادیان میں آریہ سکھوں سے معرکتہ الآرا مباحثہ	۱۷۴
۱۸	سکھوں کے پانچ ککے	۸۰	۳۸	مسلمانوں کے تعلقات سکھ گوروؤں سے	۲۰۱
۱۹	حضرت باوا نانک رح اور اسلام	۸۶	۳۹	شری گورو گوبند سنگھ اور مسلمان	۲۳۴
۲۰	کلمہ طیبہ اور حضرت باوا صاحب	۸۹	۴۰	مسلمان اور سکھ	۲۳۶
۲۱	نماز روزہ اور حضرت باوا صاحب	۹۳	۴۱	سکھ دھرم نماز اذان و قرآن پاک	۲۴۴

رسالہ القریش امرتسر اپنے ۱۶۔ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ شیخ محمد یوسف صاحب تبلیغی میدان میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ حال ہی میں آپنے ایک قابلقدر کتاب بابا نانک کا مذہب شائع کی ہے شیخصاحب کی محنت قابل داد و لائق ستائش ہے کتاب ہر نوع قابل دید ہے۔

اخبار آگرہ اپنے ۲۱۔ جون ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ اس کتاب کے تیار کرنے میں حقیقت میں شیخصاحب نے بڑی محنت سے کام لیا ہے اور یہ کتاب اپنی آپ ہی قابلقدر ہے

اخبار زمیندار لاہور اپنے ۱۱ جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ اس کتاب میں سکھوں کی معتبر کتب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ باوا نانک صاحب مسلمان تھے۔

رسالہ دلگداز لکھنؤ اپنے ۱۹ جولائی ۱۹۱۹ء کے اشو میں لکھتا ہے کہ مولوی محمد یوسف صاحب کی یہ ایک قیمتی تصنیف ہے اور قیمتی معلومات کا ذخیرہ ہے

ملنے کا پتہ **مینجر اخبار نور قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)**

ہندوؤں کی تمدنی سرگذشت
اور
مسلمانوں کیلئے ایک سبق آموز داستان

(از جناب سید یامین صاحب ہاشمی ایم اے- ایل- ایل- بی)

KHILAFAT LIBRARY

آج اس حد تک ہوں میں آمادہ اظہار راز
جس طرح بازار ہستی میں کوئی ہو خود فروش

میں نے اپنی زندگی کا معتدبہ حصہ ہندوؤں کی قومی ذہنیت اور ان کی ترقی کے راز و اسباب کے مطالعہ میں صرف کیا ہے مندرجہ ذیل سطور ان ناچیز تجربات کا نتیجہ ہیں۔ میرا مقصد اس مضمون سے ہندوؤں کے اصول حیات کی تضحیک نہیں ہے۔ بلکہ تحسین ہے اور میں اس ذریعہ سے اپنے ہم قوموں کو درس عبرت دینا چاہتا ہوں۔

انگریزی زبان میں ایک ضرب المثل ہے۔ کہ "جو مصیبتیں لاعلاج ہوں نہیں برداشت کرو" مگر ایسے اصول مرتب کئے جائیں جو تکالیف کو کم تکلیف دہ بنائیں۔

جسطرح ممکن ہو تو اب کوشش پرداز کر
گلشن ہستی میں ناشنوا ہے عذر بے پری

خدا کرے کہ یہ مضمون ان کے لئے مفید ہو۔ جن کے واسطے یہ لکھا گیا ہے۔

(۱)

فلسفۂ قومیت

انسان اپنی تمدنی زندگی کو مربوط و مستحکم بنانے کے لئے روزانہ نئے قوانین مرتب کرتا ہے۔ اور حسب ضرورت ان میں تغیر و تبدل بھی ہوتا رہتا ہے۔ مگر قوانین فطرت اس درجہ مستحکم اور اٹل ہیں کہ ان میں کوئی رد و بدل ممکن نہیں۔ فطرت نے انفرادی یا اجتماعی زندگی کے لئے جو قانون مرتب کئے ہیں وہ غیر متبدل ہیں اور آدم سے لیکر اس وقت تک ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔ انسانی قوانین میں ترمیم کی گنجائش ہے۔ ان میں مستثنیات بھی ہیں۔

لیکن فطرت اس درجہ منصف و منتقم ہے۔ کہ تو بہ بھی ناممکن ہے کہ کسی خوبی کی جزا نہ ملے۔ اور یہ من قبیل محالات ہے۔ کہ کوئی بدی بغیر سزا چھوٹ جائے۔ میرے نزدیک آیت کریمہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کا اصلی منشا اسی غیر متبدل اصول کی تبلیغ و نشر ہے۔

"یرہ" میں جگہ کا عدم تعین ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ اس آیت میں دین و دنیا کی کوئی تخصیص نہیں۔ اگر تمامی نیکی و بدی کی جزا و سزا قیامت پر اٹھا رکھی جائے۔ تو اس دنیا میں نیکی سے رغبت اور بدی سے اجتناب کی صورتیں بالکل مفقود ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ ہماری نیکیوں کا عوض اور ہماری بدیوں کے بدلے دنیا میں بھی ملیں۔

اس اصول کو مانتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر دنیا میں کیوں اکثر مظالم بغیر انتقام کے رہ جاتے ہیں۔ اور کیوں اکثر محاسن بغیر جزا نظر انداز ہوتے نظر آتے ہیں۔ عقل اس کا جواب جو بھی دے لیکن اعلےٰ فلسفہ نے اس کا جو جواب دیا ہے۔ وہ یقیناً قابل تشفی ہے۔ یعنی حسن و قبح مقصود ہیں ذریعہ نہیں۔ نیکی کا انجام نیکی ہے۔ اور بدی کا نتیجہ بدی نیکی خود مقصود ہے۔ یہ اپنا عوض طلب نہیں کرتی۔ اور بدی خود نتیجہ ہے۔ اس کا کوئی عوض نہیں۔ ایک نیکوکار کی نیکیوں کا عوض اس کی نیکیاں ہیں۔ اور ایک بدکار کی برائیوں کا بدلہ اس کی برائیاں ہیں۔ یہ تو ان افعال کی غایت ہوئی اب یہ ممکن ہے کہ ان کے نتائج دوسری صورت بھی اختیار کریں لیکن اس کے لئے کوئی معین صورت نہیں قرار دی جا سکتی اسلئے کہ بسا اوقات نیکی کا عوض بدی اور بدی کا صلہ نیکی ملتا ہے۔ اسی مخصوص صورت کو مد نظر رکھتے ہوئے فلاسفر نے مجبوراً یہ مان لیا۔ کہ "نیکی و بدی مقصود ہیں۔ ذریعہ نہیں"

ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ فطرت نے اجتماعی اور انفرادی زندگی کے لئے جو قانون مرتب کئے ہیں۔ وہ غیر متبدل ہیں۔ اور اس کے اتباع کیلئے قومیت و نسل و رنگ و مذہب کی کوئی قید نہیں۔ جو شخص ان قوانین پر کاربند ہوگا۔ وہ زندہ رہے گا اور جو ان سے منحرف ہوگا اس کے لئے موت لازمی ہے۔ مگر فطرت نے انفرادی اور اجتماعی اصول حیات میں تھوڑا فرق رکھا ہے۔ وہ اصول جو انفرادی زندگی کے لئے رہنما ہیں وہ اجتماعی زندگی کے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔ اور برعکس اس کے بھی وہ حالت ہے کہ ایک کاہل انسان اگر دولتمند ہے دنیا میں عیش و عشرت کی پر امن زندگی بسر کر سکتا ہے۔ لیکن ایک کاہل قوم دو دن بھی زندگی کے دن نہیں گزار سکتی۔ ایک ظالم انسان قابل عفو ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک ظالم قوم تباہ ہو کر رہیگی۔ غرض اجتماعی زندگی کے قوانین انفرادی زندگی کے قوانین سے سخت تر ہیں۔ اسلئے کہ انفرادی حالات میں تبدل و تغیر بیرونی اثرات کا بھی نتیجہ ہو سکتا ہے لیکن قومی حالات میں رد و بدل محض اندرونی اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بیرونی قوای اس کی کارفرمائی سے عاجز و قاصر ہیں۔ خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں آیت کریمہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتےٰ یغیروا ما بانفسھم۔ میں اسی کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ جو قومیں کسی بیرونی قوت کی اعانت کے بھروسہ پر اپنی قوت عمل کو معطل کئے ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی اس دنیا میں دشوار ہے۔ آج دنیا میں وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے جس نے اپنے پیروں کھڑا ہونا سیکھا ہے۔ اسلئے کہ یہی وہ راز حیات ہے۔ کہ جس کے حصول کے بعد قوم میں تمام ضمنی خوبیاں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور ان سب کا شمول اس قوم کی زندگی کا ضامن ہو جاتا ہے۔

(۲)

اس چھوٹی سی تمہید کے بعد اب ہم نفس مطلب پر آتے ہیں۔ فی زمانا ہندوؤں کی ترقی حیرت انگیز ہے۔ اور بڑے بڑے مبصر اس کی سرعت ترقی کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں ایک ذی رتبہ مستشرق نے اسے "ہونہار قوم" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مگر جب ہم اس قوم کی تاریخی و تمدنی حالت کو سطحی طور سے دیکھتے ہیں۔ تو تعجب ہوتا ہے۔ کہ ایک قوم جو ہزار سال سے غلام رہی ہو۔ اور اب بھی ہو جس میں لوہام پرستی کی بدترین مثالیں موجود ہوں۔ جس کی جہالت کا یہ عالم ہو کہ اس کے نزدیک گائے اور بیل معبود ہوں۔ جس کے تمدن و تہذیب کا یہ حال ہو۔ کہ دو گز کا کپڑا ہر فرد کی کمر کے ہر چہار طرف لپٹا ہو۔ جس کی غذا گھاس پات ہو۔ بھلا ایسی قوم دنیا میں کیا ترقی کر سکتی ہے۔ مگر ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ فطرت نے جو اصول اجتماعی زندگی کے بتلائے ہیں۔ ان سے مذکورہ بالا نقائص لاگر چہ انہیں نقائص مانیں) انہیں ٹکراتے ہیں۔ ایک قوم

KHILAFAT LIBRARY

مذکورہ بالا نقائص کی موجودگی میں ترقی کر سکتی ہے۔ اور بام رفعت کے اعلےٰ زینوں پر پہنچ سکتی ہے۔ مندرجہ ذیل سطور ان کی تشریح کریں گے۔

قومی ذہنیت

ہندوؤں کی قومی ذہنیت سمجھنے کے لئے ہمیں تھوڑی سی ان کی سیاسی و اخلاقی تاریخ کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس ملک کو کبھی بھی پر امن و سکون زندگی بسر کرنے کا موقع نہ ملا۔ اسلامی حکومت سے پہلے ملک کے چھوٹے چھوٹے راجہ باہم گربرسر پیکار رہتے تھے۔ الا ماشاء اللہ سلطنت کو رعایا میں امن و امان قائم کرنے کے مواقع ملتے رہے۔ رعایا قتل و غارت گری سے بہت کم محفوظ رہی۔ مسلمانوں کا دور شروع ہوا تب بھی صورت حال میں کوئی غیر معمولی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ غرض ہزار ڈیڑھ ہزار سال کی متواتر غلامی نے ان میں حسب ذیل باتیں پیدا کر دیں۔

(۱) وہ اپنی دولت و مال کو چھپا نے لگے۔ اور چونکہ ظاہری خوشحالی دولت مندی کا پتہ دیتی ہے۔ اسلئے وہ لباس و رہائش میں بھی کفایت سے کام لینے لگے۔ کفایت بخل کی حد تک پہنچ گئی اور دولت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے لگے۔ گوشت یوں بھی نہیں کھاتے تھے۔ اس طرز معاشرت کا نتیجہ لازمی تھا کہ وہ غلوں پر زندگی بسر کریں۔ ترکاری کی فراوانی بھی اک گونہ اس میں معین ہوئی۔ زراعت ایک تو یوں بھی ایسا پیشہ ہے۔ کہ اس کا عامل بہ شکل صاف دستھوا رہ سکتا ہے۔ اور خصوصاً جب وہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کے سارے کام کرتا ہو۔ اس پر انکی طرز معاشرت جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ ان کی کفایت شعاری اور بھی ترقی پذیر رہی۔

(۲) ذات پات و چھوت چھات نے ہر فرقہ کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے خود سامان مہیا کرے اور کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ چھوت چھات نے ایک گونہ تقسیم عمل میں بے حد مدد دی اور ہر فرقہ ایک خاص صنف پیشہ میں مہارت و شغف پیدا کرنے لگا۔ مسلمانوں کے زمانہ حکومت میں تمامی معمولی مناصب پر ہندو فائز تھے۔ اور مزدوریاں بھی کرتے رہے۔ اس لئے ان میں محنت و مشقت سے روٹی کمانے کی عادت پڑ گئی۔

(۳) حکومت کی قوت متعارضی کبھی کبھی اس صورت میں بھی رونما ہوتی ہے کہ محکوم قوم متحد ہو جاتی ہے۔ اگر یہ اتحاد کسی خاص نمایاں صورت میں نہ بھی ظاہر ہو۔ تو کم سے کم محکوموں کے درمیان ایک اخوت کی اسپرٹ ضرور پیدا کر دیتا ہے۔

صدہا سال کی غلامی نے انہیں ایکدوسرے کا ہمدرد بنا دیا اس سے ان کے اندر ایک گونہ عصبیت بھی پیدا ہو گئی۔

(۴) مسلمان ہمسائیوں کی فضول خرچیاں ان کی مہاجنی کو ترقی دیتی رہیں۔ اور چونکہ ان کے نزدیک سود کا بیوپار عملاً جائز تھا۔ اسلئے ان کی یہ خاموش لیکن جانفزا تجارت بھی کم نفع بخش نہ تھی۔ تجارت نے ان میں سلامت روی پیدا کر دی

(۵) ہندوؤں نے کبھی جائیدادیں خریدنا پسند نہیں کیں ان کا سبب ایک تو وہ تھا۔ جسکا میں نے نمبر (۱) میں ذکر کیا ہے اور دوسرا سبب یہ تھا کہ بہ نقد کو بہ اصول تجارت جائیداد سے بہتر سمجھتے تھے۔

یہ تو وہ خوبیاں تھیں۔ جو فطرت نے غلامی میں بھی ان کے لئے پیدا کر دی تھیں۔ خود ان کی تمدنی و معاشرتی خوبیاں بھی ان کے استحکام میں معین ہوئیں۔ وہ ایک دوسرے کا چھوا ہوا کھانا نہ کھاتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نوکر و خادم کی شاذ و نادر ہی ضرورت پڑتی۔ مشترکہ خاندان کے اصول تھے خاندان کو ہمیشہ متحد و منضبط رکھا۔ چھوت کی ایک نمایاں صورت وہ تھی۔ جو وہ مسلمانوں سے کرتے تھے۔ میری دانست میں یہی وہ ترک موالات کی اسپرٹ تھی جس نے ہندو مذہب کو ڈیڑھ ہزار برس کی غلامی میں بھی محفوظ و مصئون رکھا۔ اوّل تو مسلمان بادشاہوں نے تبلیغ اسلام کی جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ اس پر ہندوؤں کی یہ ترک موالات جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ ہندو مذہب ہندو قوم مسلمانوں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکی۔

اب آپ ان محاسن کو مجتمع کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ ہندو قوم کی ذہنیت انگریزوں کی آمد سے پہلے کیا تھی۔ وہ کفایت شعار تھے۔ وہ محنتی تھے۔ وہ اپنا کام خود کرتے تھے انکی غذائیں سادی تھیں۔ ان کی پوشاک نہایت معمولی تھی وہ ملازمت سے بھاگتے نہ تھے۔ وہ آپس میں متحد تھے ان میں عصبیت تھی وہ تجارت کے شائق تھے۔ ان میں سلامت روی و نرمی تھی۔ یہ تھی اس قوم کی حالت جس نے ڈیڑھ ہزار برس کی غلامی کے بعد انگریزوں کی غلامی کے آگے بھی سر تسلیم خم کیا

برخلاف ازیں مسلمانوں کی حالت اس وقت کی ملاحظہ ہو

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

ہندو بت پرست سہی۔ اوہام پرست سہی .... سود خوار سہی۔ مگر کیا یہ خرابیاں ان اصول فطرت کے منافی ہیں جو خدا نے دنیا میں قومی حیات کی ضمانت کے لئے بنائے ہیں۔ اس کا جواب میں آپ کی طبع سلیم پر چھوڑتا ہوں۔

انگریزی حکومت

انگریزی دور حکومت میں ہندوؤں کی تاریخ چار بڑے حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔

(۱) سنہ ۱۸۰۰ء سے ۱۸۵۷ء تک
(۲) سنہ ۱۸۵۷ء سے سنہ ۱۹۰۳ء تک
(۳) سنہ ۱۹۰۳ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک
(۴) سنہ ۱۹۲۱ء سے آگے۔

(۳)

(۱) دَورِ اوّل۔ یوں تو اسلامی حکومت کے زوال کیساتھ ساتھ صدہا چھوٹی چھوٹی ہندو ریاستیں پیدا ہو گئی تھیں جنہوں نے محدود حلقوں میں اپنی جماعتوں کو مرتب کر کے حکومت کرنی شروع کر دی تھی۔ لیکن سب سے بڑی دو جماعتیں جنہوں نے اسلامی قوت اقتدار کو ہندوستان سے فناہ کرنے میں سب سے بڑھ کر کام کیا۔ وہ مرہٹہ اور سکھ تھے۔ مرہٹے تو کلیتہً ہندو تھے۔ اور انہوں نے قریباً ایک صدی تک ہندوستان کے بیشتر شمالی و جنوبی و مغربی حصص پر اگر مستقل نہیں۔ تو غیر مستقل حکومت ضرور کی۔ انہوں نے قوم میں ایک نئی اسپرٹ پیدا کر دی۔ یہ لوگ پہاڑی تھے۔ اور بیحد جفاکش تھے۔ جن کی ابتدا غارت گری سے ہوئی تھی لیکن یہی لوگ رفتہ رفتہ چھوٹے چھوٹے حکمران بن بیٹھے۔ اور غارتگروں کے دستے فوجی سپاہیوں کے دستے بن گئے۔ سکھ گو ہندو نہ تھے۔ لیکن اس وقت کے مسلمانوں کے مخالف ضرور تھے۔ اور چونکہ سکھ اور مرہٹے دونوں اسلامی حکومت کو فنا کر کے اسکی بنیاد پر اپنی عمارتیں

KHILAFAT LIBRARY

قائم کرنا چاہتے تھے اس لئے یہ دونوں متحد المقصد تھے سکھوں نے خود کو کبھی مسلمان نہیں سمجھا۔ اگر ان کی طرز معاشرت اور اسلامی عناد انکو کسی سابقہ قوم سے منسوب کر سکتا تھا۔ تو وہ ہندو ہی تھے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں۔ کہ سنہ ۱۷۰۷ء سے لیکر سنہ ۱۸۵۷ء تک یہ قومیں مختلف حصہ ہند میں اپنا قدم جمانے کے لئے اور مسلمانوں کو فنا کرنے کے لئے کوشاں تھیں۔

ہم کو اس ڈیڑھ سو برس کی طوائف الملوکی کی مفصل تاریخ سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس دور میں ہندوؤں کی کیا حالت رہی۔ اور انکی قومی ذہنیت پر اس کا کیا اثر پڑا۔

(۱) انکی وہ خاموش عصبیت اور ان کا خفیہ اتحاد اب رنگ لایا مسلمانوں سے انتقام کی صورتیں سامنے آگئیں۔ ہندوؤں کو اکثریت تو پہلے بھی حاصل تھی۔ لیکن اسلامی حکومت کے اثر نے ان میں جارحانہ عمل کی طاقت کو معطل کر دیا تھا۔ اب ہندوؤں نے پر پرزے سنبھالے۔ اور ان میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہوا۔ کہ وہ خود کو غلامی سے نجات دے سکتے ہیں۔ مرہٹوں کی زبردست قوت ان کے ان جذبات کو کامیاب بنانے کی خوش آیند صورتیں پیدا کر رہی تھی۔ اب تک تو ہندو خود کو "خاموش محاسن" کی بنا پر محفوظ و مصئون رکھ سکتے تھے۔ لیکن اب وہ وقت تھا۔ کہ جب ان میں احساس ترقی پیدا ہونے لگا۔ کسی قوم میں جب یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو آپ سمجھ لیجئے کہ اس کے اچھے دن قریب ہیں۔ ایک غلام قوم کی مثال ایک مریض فرد کی مانند ہے۔ یہ وقت انحطاط و زوال قوم اپنے عوارض کو عوارض ہی نہیں سمجھتی بلکہ انہیں محاسن سمجھتی ہے۔ جس طرح ایک زوال پذیر قوم اپنے مصائب میں بھی محاسن کا پہلو دیکھتی ہے۔ لیکن جس وقت مریض کو یہ احساس ہو گیا۔ کہ وہ مریض ہے اس کے امراض کے مداوا کی صورتیں بھی آسان ہو جاتی ہیں۔ حالی نے اول الذکر صورت کا ان اشعار میں ذکر کیا ہے۔

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا وہ مرض جسکو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اسکو ہذیان سمجھیں

مسلمانوں کی موجودہ حالت اس کی صحیح مثال ہو نوع ہندوؤں میں اس وقت یہ احساس پیدا ہونے لگا۔ اور اس احساس کو ان کی عمارت ترقی کی بنیادی اینٹ سمجھنا چاہئے۔

(۲) حکومت حاکم قوم میں وہ محاسن پیدا کر دیتی ہے۔ جو غلامی کی حالت میں مفقود ہو جاتے ہیں۔ سلطنت کا زوال اسلام کا زوال سمجھئے۔ دوران سلطنت ہی میں مسلمان اپنی اخلاقی کمزوریوں کے باعث رو بہ انحطاط ہو چکے تھے۔ جس نے زوال سلطنت کے بعد تو مسلمانوں کو قعر ذلت میں پہنچا دیا۔ افلاس۔ خانہ جنگی۔ بددیانتی۔ کاہلی۔ غرض مسلمان ان تمام مصائب کے مجموعہ کا نام تھا۔ ہندو اگر تنہا ہندوستان میں ہوتے۔ تو انہیں ترقی میں بیحد دقتیں ہوتیں۔ لیکن جو ان کے لئے سب سے بڑی سہولت تھی۔ وہ یہ کہ وہ اپنی ترقی کی بنیاد مسلمانوں کے کھنڈروں پر قائم کرنا چاہتے تھے۔ ایجاد احیا سے مشکل ہے۔ مسلمانوں کے روز افزوں زوال نے ہندوؤں کو ترقی میں بیحد مدد دی ایک طرف وہ ترقی پذیر تھے۔ اور مسلمان رو بہ انحطاط دوسری طرف مسلمانوں کے فنا نے ان کے بقا کا سامان اکٹھا کر دیا ان دو اسباب نے ہندوؤں کی ترقی کی رفتار میں سرعت پیدا کر دی۔

(۳) پریشانی و اضمحلال نے مسلمانوں میں ایک قسم کا تعطل پیدا کر دیا۔ چنانچہ انگریزوں نے جب دفاتر میں ہندوستانیوں کو ملازم رکھنا چاہا۔ تو مسلمانوں نے ان سے احتراز کیا لیکن ہندوؤں نے نہایت خوشی و فراخدلی سے ملازمت حاصل کر لی۔ اس سبقت نے ہندوؤں کی آیندہ زندگی پر بیحد اچھا اثر ڈالا۔ جیسا کہ ہم دوسرے اور تیسرے دور کے حالات بتائیں گے مسلمانوں کے اس احتراز کے اسباب و علل پر ہم یہاں بحث نہیں کرنا چاہتے۔ اسلئے کہ یہ ہمارے مبحث سے خارج ہے۔ لیکن شاید اس کا ذکر بیمحل نہ ہوگا۔ کہ اس احتراز کے دو اسباب تھے۔ ایک حکومت کی بو اب تک مسلمانوں میں تھی۔ اسلئے وہ بہت آسانی سے اپنا گرد و پیش محکومیت سے مطابق نہ کر سکتے تھے۔ دوسرے علما کی ناعاقبت اندیشانہ صلاح و مشورت نے انگریزی ملازمت کو کفر سے تعبیر دیا تھا۔

(۴) ان تین مخصوص صورتوں کے علاوہ جو مادیات سے متعلق تھیں ایک چوتھی صورت بھی ہندوؤں کی ترقی کی ممد تھی جو کسیقدر فلسفیانہ ہے۔ فلسفہ قومیت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ کوئی قوم اپنے زوال کی درمیانی منازل سے رجعت کر کے ترقی کی جانب نہیں مڑ سکتی جب تک کہ کوئی قوم اپنی حضیض ذلت تک نہیں پہنچ لیتی۔ اس وقت تک قوت متعارضی کبھی بھی اسے ترقی کی جانب نہیں لوٹاتی۔ ہندوؤں کی یہی حالت تھی ڈیڑھ ہزار برس کی غلامی نے ان کو تمدنی لحاظ سے انتہائی پستی میں پہنچا دیا تھا۔ جہاں سے ان کا ابھرنا اصول فطرت کے لحاظ سے ضروری اور لابدی تھا۔ گو ان میں وہ اخلاقی محاسن موجود تھے جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ جنہوں نے انکو دنیا میں زندہ قائم رکھا۔ لیکن بوجہ محکومیت وہ مسلمانوں پر غالب نہ آسکتے تھے۔ باوجودیکہ مسلمانوں میں اخلاقی معائب تھے۔ لیکن جونہی مسلمان اور ہندو دونوں ایک سطح پر آگئے یہ لازم تھا۔ کہ ہندو اپنے ذاتی محاسن کی بنا پر زندگی کی تگاپو میں مسلمانوں سے آگے بڑھ جائیں۔

ہندوؤں کی باقی تمامی معاشرتی و تمدنی حالت میں کوئی انحطاط نہ تھا۔ بلکہ ایک گونہ ترقی تھی۔ نئی حکومت میں وہ اپنی غلامی کو کم تکلیف دہ سمجھتے تھے۔ اور ان کی ترقی کے دیگر ذرائع بھی وسیع تر نظر آتے تھے۔

(۴)

دور دوم سنہ ۱۸۵۷ء لغایت سنہ ۱۹۰۳ء

سنہ ۱۸۵۷ء سے قبل ہی ہندوستان کا بیشتر حصہ انگریزوں کی ماتحتی میں آچکا تھا۔ غدر کے بعد بھی حکومت انگریزوں ہی کی رہی۔ صرف نام میں فرق آگیا۔ اس دور میں بھی تمامی وہ موئدیات جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ موجود تھیں۔ اور ہندو اسی مناسبت کے ساتھ رو بہ ترقی تھے۔ اس دور کی مخصوص صورتیں حسب ذیل تھیں :-

(۱) جسطرح خانگی زندگی میں ہر ایک ملازم اپنی وفاداری کا زیادہ ثبوت دیتا ہے۔ اسی طرح غدر کے بعد ہندو اور مسلمانوں میں ایک نزاع یہ تھی۔ کہ ہر دو قوموں میں سے کس نے انگریزوں کے ساتھ زیادہ وفاداری کی اور کس نے زیادہ دغا کی۔ مسلمان ہندوؤں پر الزام دیتے تھے اور ہندو مسلمانوں پر۔ ہندو خود کو وفادار بتاتے تھے۔ اور مسلمان خود کو جاں نثار ثابت کرتے تھے۔ لیکن اس وقت بھی مسلمانوں کی بدقسمتی دیکھئے۔ کہ ان میں بھی دو گروہ تھے۔ اور ہندو بالکل متحد تھے۔ ہندوؤں کا لحن وفاداری ایک سُر کہتا تھا۔ لیکن مسلمان اس میں بھی مختلف الآواز تھے۔ سرسید احمد خان نے

KHILAFAT LIBRARY

ایک چھوٹا سا گروہ تیار کر لیا تھا۔ جس نے کسی قدر انگریزوں کی بدظنی کو مسلمانوں کی جانب سے رفع کیا۔ لیکن علماء کا ایک زبردست گروہ انگریزی تمدن و تہذیب کی مخالفت کا علم بلند کرتا رہا۔ ہندوؤں نے اپنا سر تسلیم انگریزی حکومت انگریزی تہذیب و تمدن کے سامنے خم کر دیا۔ انہوں نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کرنی شروع کر دی۔ اور انگریزی دفاتر میں کثرت سے بھرتی ہونے شروع ہو گئے۔ جس وقت ہندو اس موقعہ سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اس وقت تک مسلمانوں میں انگریزی تعلیم و تہذیب کی تحصیل کے متعلق کفر و شرک کے فتوے شائع ہو رہے تھے

(۲) قوانین قومی کے لحاظ سے تو انگریز مسلمانوں کی اعانت ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن اب تک ان پر انگریزوں کی مشتبہ نگاہیں پڑتی تھیں۔ غدر سے پہلے مولانا اسمعیل شہید دہلوی مرحوم نے جو جہاد کئے تھے۔ اس کی یاد اب تک انگریزوں کے دلوں میں تازہ تھی۔ ادھر علماء اسلام کی مخالفت نے اس اشتباہ کو اور قوی کرنے کے اسباب پہنچا دئیے۔ ہندوؤں نے اس حالت سے بیحد فائدہ اٹھایا۔

(۳) ہم گذشتہ سطروں میں ہندوؤں کی قومی ذہنیت کی تفصیل بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں اوّل تو مسلمان شاذ و نادر انگریزی ملازمتوں پر فائز نظر آتے تھے۔ اور جو تھے بھی وہ ہندوؤں سے مقابلۃً حسب ذیل امور میں کمتر تھے۔

(۱) ہندو زیادہ تر جفاکش تھے۔ اور مسلمان حکام یا عمال زیادہ تر عیش طلب اور کم ہمتی۔

(۲) ہندوؤں کی طرز معاشرت ایسی تھی۔ کہ وہ معمولی سی تنخواہ پہ بھی شاکر تھے۔ اور اپنی ضروریات کی کفالت اس سے کر لیتے تھے۔ برخلاف اس کے کہ مسلمان ہمیشہ اعلےٰ عہدوں کے خواہشمند رہتے تھے۔ اس لئے کہ معمولی تنخواہ سے ان کی گذر اوقات مشکل تھی۔

(۳) مسلمانوں میں حکومت کی بو اب تک تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ زیادہ تر ایسی ملازمتوں کو پسند کرتے تھے۔ جن میں حکومت کے مواقع حاصل ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ اوّل تو ایسی ملازمتیں کم ہوتی ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کو جگہیں بھی ان کی مردم شماری کی وجہ سے کم ملتی ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ بجز انگریزی صیغوں کے تمام شعبہ جات میں ہندو بکثرت داخل ہو گئے بلکہ ایسے شعبہ بھی دیکھنے میں آئے ہیں۔ جہاں مسلمان ایک بھی نہیں پایا جاتا۔

(۴) ہندو بوجہ سلامت روی اپنے حکام بالا کو زیادہ خوش رکھتے تھے۔ اس لئے کہ ہندو کا مقصود روپیہ کمانا رہتا ہے۔ اور مسلمان اپنی شان و شوکت میں مشغول و منہمک میرے سامنے اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ کہ دو مساوی عہدوں پر ایک ہندو فائز ہے۔ اور ایک مسلمان۔ مسلمان تو اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔ تاکہ اس کی شان و شوکت میں فرق نہ آنے پائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قرضدار ہے۔ دوسری طرف ہندو آمدنی میں سے پس انداز کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف وہ خود مطمئن ہے۔ بلکہ وہ اپنی آل و اولاد کے لئے ایک سرمایہ چھوڑتا ہے۔

(۵) ہندوؤں میں اخوت و ہمدردی زیادہ تھی۔ اور ہے جسکا نتیجہ یہ تھا۔ اور اب بھی یہی ہوتا ہے۔ کہ جہاں ایک ہندو اعلےٰ عہدہ پر پہنچا۔ اور اس نے اپنے ہزارہا ہم مذہبوں کو کھینچ بلایا۔ برخلاف ازیں مسلمانوں میں اول تو بوجہ غلامیت بزدلی آگئی۔ دوسری طرف ایمانداری کا ایک غلط مفہوم ان کے ذہن نشین ہو گیا ہے۔ میرے علم میں ایسی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ کہ ہندو افسر کے لئے صرف کسی کا ہندو ہونا اسکی اعانت کے لئے کافی سفارش ہے۔ لیکن ایک مسلمان اپنے عزیز و اقارب کے لئے بھی کچھ نہیں کر سکتا۔

(۶) مذکورہ بالا نقائص کے باعث مسلمان حکام و عمال رعایا میں کم مقبول ہوتے ہیں۔ اور رعایا ان کی اعانت اور ان سے موالات کرنے کے لئے شاذ و نادر تیار ہوتی ہے خلاف اس کے ہندو افسروں کے ہاتھوں میں ان کی ہم قوم رعایا ہوتی ہے۔ جو ہر وقت ان کے اشاروں پر چلنے کے لئے تیار و آمادہ رہتی ہے۔

ان سب خوبیوں کی وجہ سے انگریز عموماً ہندو ملازمین کو پسند کرتے ہیں۔ اور ان کی یہ ترجیح بیجا نہیں رہتی۔

(۷) ہندوؤں کے پاس دولت تھی اور ہے۔ تحفظ امن کے بعد انہوں نے تجارت شروع کر دی۔ ان کی تجارتوں نے دو مخصوص صورتیں اختیار کیں۔ اوّل تو وہ سود پر روپیہ چلانے لگے۔ مسلمانوں کی فضول خرچی و اسراف نے بہت جلد اس تجارت میں انکو مالا مال کر دیا۔ ساری جائیدادیں مسلمانوں کی ہندوؤں ہاتھوں میں منتقل ہونے لگیں۔ دوسری طرف انہوں نے کاروبار میں بھی بیحد ترقی کی۔ اسلئے کہ انہوں نے حصول زر کے لئے سارے مذہبی اعتقادات کو بالائے طاق رکھدیا۔ کچھ دنوں تک تو ان کی تنگ نظری چمڑے وغیرہ کی تجارت سے انکو باز رکھے رہی۔ لیکن انہوں نے اس اپنی غلطی کو بہت جلد محسوس کر لیا۔ حتیٰ کہ اس وقت کوئی ایسا شعبہ تجارت نہیں۔ کہ جو ہندوؤں کے ہاتھوں میں نہ ہو بوجہ سرمایہ داری وہ مسلمان مزدوروں سے کام لیتے ہیں اور ان کی کم مائیگی اور حماقت پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس وقت تک صنعت و حرفت کافی طور پر مسلمانوں میں موجود ہے۔ لیکن بوجہ اس کے کہ وہ غیر منتظم اور مفلس ہیں۔ وہ ترقی نہیں کر سکتے اور ہندو دولت کے بل پر انکی محنت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(۵) ہندوؤں کی ترقی کا راز سب سے زیادہ اس میں مخفی ہے کہ وہ مغربی اصول سیاست سے واقف ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ غلام رہکر بھی وہ اگر انگریزوں کی حکومت میں ترقی کرنا چاہیں تو کیونکر کریں۔ انگریزوں کیطرف سے جو جو مراعات و اصلاحات ملتی رہیں۔ اس سے انہوں نے مکمل فائدہ اٹھایا۔ لیکن یہ فائدہ ایسا نہ تھا۔ کہ جس سے ان کا جمود و اطمینان مترشح ہوتا ہو انہوں نے اپنی کثیر جماعت کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر لیا۔ اور ہر گروہ کا گو مقصود واحد رہتا ہے۔ یعنی قومی ترقی۔ لیکن ذرائع مختلف ہیں۔ اور لطف یہ کہ وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن مخالفت و عناد نہیں۔ ہندوؤں نے اپنی قوم کو چھ گروہوں میں تقسیم کر لیا۔ اوّل جماعت انتہا پسندوں کی ہے۔ اور ان کا مطالبہ کامل آزادی کا ہے۔ یہ گروہ پھر دو چھوٹے گروہوں پر منقسم ہے۔ ایک وہ جو انگریزوں کے خلاف باغیانہ خیالات رکھتا ہے۔ اور دوسرا گروہ وہ جو ان سے تعاون و موالات رکھتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے۔ جو پُرامن و قانونی جدوجہد میں مصروف ہے۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو مسلمانوں سے اختلاط رکھتا ہے۔ چوتھا گروہ وہ ہے۔ جو مسلمانوں سے مخالفت رکھتا ہے۔ پانچواں گروہ وہ ہے۔ جو انگریزوں سے ملکر کام لینا چاہتا ہے۔ چھٹا گروہ وہ ہے۔ جو انگریزوں کی خوشامد سے کام نکالنا چاہتا ہے۔ غرض یہ ہندوؤں کی نہایت ہوشیارانہ سیاسی چال ہے۔ آپ بغور دیکھینگے کہ ان سب جماعتوں کا مقصد متحد ہندو قوم کی ترقی ہے۔ گو انہوں نے راستے مختلف اختیار کر رکھے ہیں۔ یہ اختلاف اس لئے نہیں ہے کہ وہ ان مختلف طریقوں کو صحیح ذریعہ حصول منفعت

سمجھتے ہیں۔ بلکہ صرف اسلئے کہ وہ کسی نہ کسی طرح قوم کو نفع بخشیں مسلمانوں میں بھی آپ اس طرح کی تقسیم پائیں گے۔ لیکن اول تو وہ اعتقاد کا نتیجہ ہیں۔ دوسرے یہ گروہ آپس میں برسر پیکار رہتے ہیں۔ کبھی ہندو کو آپ کبھی نہ دیکھیں گے۔ کہ وہ کسی مہندر پرتاپ گاندھی۔ ہنرو سپرو یا رائے بہادر کو گالیاں دیں۔ برخلاف آپ مسلمانوں کو دیکھینگے کہ وہ اپنے سیاسی اختلاف کے باعث آپس میں جنگ و جدل میں مصروف ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایک غلام قوم کے لئے اس سے بہتر کوئی سیاسی چال حصول ترقی کی نہیں ہو سکتی۔ اس ہوشیارانہ سیاسی چال کا نتیجہ وہی ہے۔ جو آپ روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں۔ ایک ایسے شخص کا اپنے ذہن میں تصور کرلیجئے۔ جس کے ہاتھوں میں کوئی شے ہو۔ اور اسے چند آدمی گھیرے ہوئے ہیں۔ ایک شخص تو بندوق لیکر یہ ڈراتا ہے۔ کہ وہ گولی مار دیگا۔ دوسرا بندوق چلانے والے کو تو روکتا ہے۔ لیکن اس شخص کو گالیاں دیتا ہے تیسرا اس سے بحث قانونی کرنے کے لئے آمادہ ہے۔ کہ اس شے میں اس کا بھی حصہ ہے۔ چوتھا خوشامد کرتا ہے۔ کہ خدا کے لئے مجھے دیدو۔ ایسی صورت میں ناممکن ہے۔ کہ وہ کچھ نہ کچھ دینے پر مجبور ہو جائے۔ یہی حالت اس وقت ہندوؤں کی میدان سیاست میں ہے۔ اس عاقلانہ حرکت نے انگریزوں۔ کو بھی فکر میں ڈال رکھا ہے اور آج ہندوؤں کی ترقی کی ذمہ دار انکی یہ عاقلانہ حرکت ہے۔ من حیث القوم کبھی بھی۔ انہوں نے اصلاحات اور رعایات کو ٹھکرایا نہیں۔ جو ملا۔ انہوں نے قبول کر لیا۔ اور مزید کے طالب ہوئے۔ غرض یہی وہ جنگ زرگری ہے۔ جس نے آج ہندو قوم کو میدان سیاست میں کامیاب بنا رکھا ہے۔

(۶) یہ تو ان کی عاقلانہ حرکت حکومت کے خلاف ہوئی۔ اب انہیں اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ وہ اپنے ہمسایہ قوم مسلمانوں سے کیونکر نباہیں۔ باایں ہمہ غلامی مسلمانوں میں اب تک ایک شے موجود تھی اور وہ برائے نام یا نام نہاد ذہنیت تھی خدا اور رسول کے نام پر وہ اب بھی کچھ قربانیوں کیلئے تیار تھے جس طرح اللہ اور رسول کے نام پر ساری دنیائے اسلام کو دعوت دی جاسکتی ہے۔ اس طرح کوئی مشترک جذبہ مذہبی ہندوؤں میں مفقود ہے۔ ہر گھر کا ایک الگ دیوتا ہے۔ کوئی مہابیر جی کا پرستار تو کوئی گنیش جی کا معتقد۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کوئی ایسا مشترک مذہبی جذبہ ہندوؤں میں پیدا کیا جائے جس کے نام پر وہ ساری ہندو دنیا کو دعوت دے سکیں۔ گائے کو ہندو متبرک سمجھتے تھے۔ لیکن کوئی خاص اہمیت اس کی نہ تھی۔ ہندو لیڈران نے تجویز سوچی کہ گائے کو مشترک شے قرار دیا جائے اس نے ہندو قوم میں جان ڈال دی۔ گذشتہ واقعات کا اعادہ بیکار ہے۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ حصول زر کی خواہش اور تجارت کے شوق نے ہندوؤں کے تمامی دیگر جذبات مذہبی و قومی کو پس پشت ڈالدیا تھا۔ جس کے باعث گروہ کاروباری و تجارتی زندگی میں ضرور کامیاب تھے۔ لیکن ان کا ایک شعبہ حیات یعنی مذہب بالکل کمزور تھا۔ اس عاقلانہ تجویز نے ہندوؤں کو ایک مشترک محاذ پر اکٹھا کر دیا۔ ایک جاہل اہیر اور کولی سے لیکر برہمن و چھتری تک اس آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ آج کوئی شہر و قریہ نہیں۔ جہاں ایک منتظم و مرتب جماعت "گئو رکھشا" میں مصروف نہ ہو مسلمانوں اور انگریزوں کی یہ سادگی ہے اگر وہ ہندوؤں کی گئو رکھشا کو جہالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی ایسی قوم کیلئے جس کے بیشتر افراد سیاسی وملکی ضرورتوں سے بوجہ عدم علم ناواقف ہیں بجز اس تحریک کے کوئی تحریک مفید نہیں ثابت ہو سکتی تھی۔ اس تحریک کا دوسرا ضمنی فائدہ جو ہندوؤں کو پہنچا۔ وہ یہ تھا۔ کہ وہ اس بہانہ سے مسلمانوں سے متصادم ہو سکتے تھے۔ اور صدیوں کا وہ خوف جو مسلمانوں کی جانب سے ہندوؤں کے دلوں میں جاگزین تھا۔ وہ صرف اس تحریک سے جاتا رہا۔

KHILAFAT LIBRARY

(۵)

دور سوم ۱۹۰۳ء سے ۱۹۲۱ء تک

ہندو قوم کے لئے یہ زمانہ نہایت پر لطف کشمکش کا گزرا تقسیم بنگال کے بعد ہندو بنگالیوں نے انگریزوں کے خلاف جو شورش شروع کی وہ بیحد نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ ایک طرف تو بنگال نے ہندوؤں کی رہبری کا بیڑا اٹھا لیا۔ اور تمامی شعبہ جات میں مغربی تہذیب و تمدن کی تقلید کر کے یہ دکھا دیا۔ کہ ہندوستان کسی طرح انگریزوں سے کم نہیں۔ بنگالیوں کی قوم پرستی نے ہندوؤں کی بیحد ہمت افزائی کی۔ میرے نزدیک بنگالی تحریک آزادی نہ صرف ہندوؤں کی بلکہ سارے ہندوستان کی عمارت آزادی کی بنیادی اینٹ تھی انگریزوں کی تمدید تقسیم بنگال نے ان کی ہمت و عزم کو اور بھی بڑھا دیا۔ چنانچہ وہی بنگالی جن کو "میکالے" نے "بزدلی" کے لقب سے یاد کیا تھا آج اپنی جرأت اخلاقی کی باعث ہندوستان کی متمدن ترین قوم ہیں۔

لارڈ منٹو کے زمانہ کی اصلاحات سے بھی ہندوؤں نے کافی فائدہ اٹھایا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ انگریزوں سے جو بھی مل جائے وہ غنیمت ہے۔ اصلاحات کی بابت بعض ہندو۔ انتہاؤں کی رائے تھی۔ کہ انہیں علے الرغم واپس کر دیا جائے۔ لیکن بہترین دماغوں نے اسے قبول کر لیا۔ اور مزید اصلاحات کیلئے کوشش جاری رکھی۔

جرمنی کی جنگ ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی۔ اس جنگ نے ہندوؤں کو منزلوں آگے پہنچا دیا۔ اور ان کے برخلاف ہندوستانی مسلمان پستی کی بدترین صورتوں پر پہنچ گئے۔ اس اضافی پستی و بلندی نے ہر دو قوموں کی زندگی پر بیحد اثر ڈالا جیسا کہ حسب ذیل واقعات سے معلوم ہوگا۔

(۱) کثرت سے ہندو۔ ہندوستان سے باہر جا کر یورپ دیگر ممالک سے واقفیت حاصل کر آئے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ انکی نظریں زیادہ وسیع ہو گئیں۔ اور وہ انگریزوں کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہو گئے۔

(۲) فوجی ضروریات کو مہیا کرنے میں ہندوؤں نے بیحد تجارتی فائدے اٹھائے۔

(۳) ہزارہا سال کی غلامی نے ان کے دلوں میں جو خودداری کے جذبات معدوم کر دئے تھے۔ وہ عود کر آئے۔ اور اب وہ خود کو فوجی ملازمت و خدمات کا اہل سمجھنے لگے۔

(۴) فوجی خدمات کے صلہ میں ہزارہا ہندو اچھے عہدوں پر فائز ہو گئے۔ چھتری اور بیوپاری جو اب تک زمینداری کے کاموں میں زیادہ تر مصروف نظر آتے تھے۔ جنگ کے بعد تعلیم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ ان کے صدہا افراد فوجی خدمات کے عوض میں ممتاز مناصب پر ممتاز کر دئے گئے۔

دوران جنگ میں انگریزوں کے ہاتھ ہندوؤں کی جانب زیادہ تر اعانت کے لئے بڑھے رہے۔ اسلئے کہ بوجہ شمول ترکی، انگریز مسلمانوں کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ اس حرکت نے ہندوؤں کی ہمت افزائی کی۔ اور وہ اپنی اہمیت زیادہ سمجھنے لگے

یہ تو ہندوؤں کی حالت تھی۔ اب آپ ذرا مسلمانوں کی حالت دیکھئے۔ دوران جنگ میں مسلمانوں سے جو سب سے بڑی بھاری اجتہادی غلطی ہوئی۔ وہ خود کو من حیث القوم بیرونی ملکی معاملات

KHILAFAT LIBRARY

سے اس درجہ وابستہ کردینا تھا۔ کہ ع

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

مثل مشہور ہے نہ کرنے سے بری طور پر کرنا زیادہ برا ہے اوّل تو اس موقعہ پر مذہبی جذبات کا اظہار ہی بیکار تھا۔ اور اگر کیا گیا تھا۔ تو اسے کامل طور پر کرنا چاہیئے تھا۔ اس لغویت کے دو خراب نتیجے پیدا ہوئے۔ (۱) مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی دھاک جو غیر مسلم اقوام پر جمی ہوئی تھی۔ وہ جاتی رہی۔ ...

. . . .

. . . .

... یہ وہ قیمتی شے تھی۔ جو تیرہ سو برس سے ہمارے حصہ میں تھی۔ دوسرا خراب نتیجہ ملک میں مسلمانوں کے دو فرقوں کا قائم ہوجانا تھا۔ اگر صرف تمام مسلمان جدوجہد ہی میں محرک رہتے تب بھی غنیمت تھا ایسے لوگ بھی موجود تھے۔ جنہوں نے انگریزوں کی اعانت کی۔ انگریزوں نے اسلامی مذہبی جذبات کے متعلق کیا رائے قائم کی ہوگی۔ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

ان تمام شورشوں کا جو نہایت مضحکہ خیز انجام ہوا۔ وہ خلافت کا منسوخ ہونا تھا۔ عزلی خلافت نے تمام دنیا کے سامنے ہندوستانی مسلمانوں کی شورش خلافت کو نہایت ہی مضحکہ خیز بنا دیا۔

جنگ کے بعد ہی ترک موالات کی شورش ملک میں پھیل گئی اس تحریک نے مسلمانوں کو صدیوں پیچھے اور ہندوؤں کو صدیوں آگے کردیا۔ ہندوؤں نے ترک موالات کے مفہوم کو سمجھا اس پر عامل ہوئے۔ برخلاف مسلمانوں نے اسے صرف ایک شورش کا ذریعہ سمجھا۔ تحریک ترک موالات کے حسب ذیل اثرات قابل غور ہیں

(۱) جیسا ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ ہندوؤں نے ترک موالات کے اصلی مفہوم و اسپرٹ کو سمجھا۔ ترک موالات کا اصلی مقصد قوم کو اس قابل بنانا تھا۔ کہ وہ اپنی ضروریات کی کفالت خود کر سکے دوسروں کی محتاج نہ رہے۔ چنانچہ اس مقصد عالیہ کو پیش نظر رکھ کر ہندوؤں نے اپنی تمامی قومی زندگی اور اس کی ضروریات کو مرتب کر لیا۔ جو وہ اب تک جن معاملات میں غیروں کے دست نگر تھے۔ وہ خود کرنے لگے۔ تجارت کے جن شعبوں میں وہ پیچھے تھے۔ ان میں انہوں نے مہارت پیدا کرنی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ غیروں کی دست نگری سے آزاد ہو گئے یوں تو گذشتہ سے پیشتر غیر ممالک سے آتے رہے۔ اور جو ہندوستان میں بھی بنتے رہتے۔ ان کی تمامتر تجارت مسلمان جلاہوں کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن تحریک ترک موالات کے بعد ہندوؤں نے اس کام کو بھی اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اور اب جلاہوں کی تجارت بجید کم ہوگئی۔ اسی طرح کی دوسری مثالیں بھی موجود ہیں

(۲) ہندوؤں نے ترک موالات سے اپنی قومیت کو منظم و مرتب کر لیا۔ اور لیڈران قوم نے اپنے ایثار کے باعث قوم کے دلوں میں وقعت و عزت و اعتبار حاصل کر لیا۔ برخلاف مسلمانوں کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ایک ادنٰی سے اشارہ پر ہندو قوم اپنے مخلص لیڈروں کی اتباع کیلئے آمادہ ہے۔ مگر مسلمانوں کی حالت اس وقت قطعی دگرگوں ہے تو . . . . یہ سب کیوں ہوا۔ یہ ایک داستان غم ہے۔ جس کا اعادہ بیکار ہے۔

(۳) مسلمانوں کو جو شکایات "مظالم خلافت" کے متعلق تھیں اس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ ہندوؤں کی شکایات مظالم پنجاب وغیرہ کی بابت تھیں۔ گو اس شورش نے کوئی کامیاب صورت اختیار نہیں کی۔ تاہم انگریزوں کی نظر میں ہندوؤں کی شکایات کی وقعت باقی رہی۔ لیکن مسلمانوں کی شکایت کی کوئی وقعت نہ ثابت ہوئی۔

(۴) مسلمانوں نے اپنے مفروضہ مذہبی جوش میں ملازمتوں کو ترک کر کے بیحد نقصان اٹھایا۔ اسلئے کہ وہ ترک موالات کا اصلی مقصد ترک ملازمت سمجھتے تھے۔ خلاف اس کے جن ہندوؤں نے ترک موالات کی۔ وہ تجارت یا دیگر مفید پیشوں میں داخل ہو گیا۔ بوجہ افلاس مسلمان اس تعطل کو برداشت کرنے کی قابلیت نہ رکھتے تھے

(۵) قومی تعلیم کے صحیح جذبات ہندو قوم میں پیدا ہو گئے

غرض اس دور کے سارے واقعات کو بغور دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ کہ ترک موالات کے بعد ہندو قوم نکھر نکلی۔ اور مسلمان اپنی صورت سے شرم کرنے لگے۔

ایک ہیں ہوں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

(۶)

دَورِ چہارم سنہ ۱۹۲۱ء سے سنہ ۱۹۲۸ء تک

سنہ ۱۹۲۱ء تک ہندوؤں میں من حیث القوم پھر بھی چند خامیاں تھیں۔ جنہیں انہوں نے بہت کچھ اس سات برس میں پورا کر دیا انگریزوں کی خوش قسمتی سے ہندو اور مسلمانوں کی جنگ چھڑ گئی جس کے باعث تمام وہ متحدہ فضا جو ترک موالات کی تحریک نے پیدا کردی تھی۔ آپ سے آپ فنا ہو گئی۔

اس دَور کی خصوصیات حسب ذیل ہیں :-

(۱) ہندوؤں کے دلوں میں جو خوف یا دھاک مسلمانوں کی تھی وہ بالکل جاتی رہی۔ دونوں قوموں کے درمیان جب بھی تصادم ہوا (وقتی کامیابی جس کسی کو بھی رہی ہو) گو شوارہ پر مسلمانوں ہی کو نقصان اٹھانا پڑا۔ ہندو اول تو اب اس درجہ کمزور نہیں رہے۔ دوسرے ہندو حکام اپنی قومی عصبیت سے پوری طرح کام لیتے رہے۔ جس کا نتیجہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہ تھا۔

(۲) بعد اختتام جنگ سلطنت برطانیہ کی پالیسی میں ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اب تک تو وہ کسی سبب سے نہیں۔ تو کم از کم توازن قومی کے لحاظ سے تو ضرور حکومت مسلمانوں کا ساتھ دیتی رہی۔ لیکن جنگ کے بعد اس اصول میں تغیر پیدا ہوا۔ اور اب

نہ وہ اگلی سی مراعات نہ اگلا سا سلوک

اس "نگاہ غلط انداز" نے تو اغیار کے دل اور بڑھا دیئے۔

(۳) ہندوؤں نے اپنی تمام ضروریات کو اپنی تجارت تک محدود کرلیا۔ چنانچہ گوشت و سبزی وغیرہ کی دکانیں اب تک مسلمانوں ہی کے قبضہ میں تھیں۔ لیکن اب اکثر شہروں میں انکی بھی دکانیں کھل گئیں۔

(۴) ہندوؤں نے جسمانی ورزشوں کی جانب خاص توجہ شروع کردی۔ چنانچہ ہر شہر اور دیہات میں اکھاڑے کھل گئے۔ اور ہونہار نوجوان اپنی جسمانی قوت کو بڑھانے میں مشغول ہیں۔

(۵) ہندوؤں میں عصبیت بڑھ گئی۔ جس سے انہوں نے اپنی قوم کو بیحد فائدہ پہونچایا۔

(۷)

ہندو قوم کا مستقبل

شاید میں نے اس مضمون کو بہت طویل کر دیا لیکن پھر بھی اس ہونہار قوم کی تمام تعریفیں درج نہ ہو سکیں۔ جس رفتار سے یہ قوم ترقی کر رہی ہے۔ اس نے مجھے حیرت میں ڈالدیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر رفتار ترقی یہی رہی تو ہندوستان کی حکومت اسی قوم کے ہاتھوں میں آئیگی۔ اس وقت تک اس قوم میں جو کمی تھی اس کی جانب بھی اس نے توجہ شروع کر دی۔ اور وہ تعلیم

لنسوان ہے کمبخت مسلمانوں میں ابھی تک وہ مسئلہ طے نہیں ہوا کہ عورتوں کو تعلیم دی جائے یا نہ دی جائے۔ اور اگر دی جائے تو کس طرح اور کس قسم کی۔ .... یا۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت جو لڑکیاں مدارس میں تعلیم پا رہی ہیں جب یہ مائیں بنیگی اور وہ نسل جب ملک و قوم کی عنان زلیست اپنے ہاتھوں میں لے گی۔ اس وقت مسلمانوں کو معلوم ہوگا۔ کہ ان کا خواب غفلت کیا انجام رکھتا ہے۔

(۸)

اختتام

مسلمانوں کو چند مشورے

میں نے یہ سارے واقعات بغرض عبرت مسلمانوں کے لئے پیش کئے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ ان سے متاثر ہوں۔ میں آخر میں چند مشورے اپنے ہم قوموں کو دینا چاہتا ہوں۔

(۱) تمہارے زوال کا راز تمہارا اسراف بیجا ہے۔ ایک حاکم قوم اسراف کی لغویات ممکن ہے کہ برداشت کرے۔ لیکن ایک غلام قوم کیلئے یہ زہر قاتل ہے۔ اہل مغرب نے جس ملک میں قدم رکھا وہاں کی قدیم قوموں کو اپنے تہذیب و تمدن سے تباہ و برباد کر دیا۔ آسٹریلیا نیو فاؤنڈ لینڈ۔ کینڈا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ دیگر دنیا کے حصص اس کے شاہد ہیں۔ لیکن ہندوستان میں ان کی دال نہ گل سکی۔ اس کا سبب صرف ہندوؤں کا کفایت شعارانہ طرز زندگی تھا۔ اور کچھ نہیں۔ ایک شخص جو صرف چنے کھا کر زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اس کو دنیا کی کوئی قوم غلام نہیں بنا سکتی۔ اس لئے کہ اس کا نفس آزاد ہے۔ آزادی اندرونی اثرات کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ بیرونی اثرات کسی آزاد نفس کو غلام نہیں بنا سکتے۔ مسلمانوں تم نے اگر اس اصول کی پابندی نہیں کی تو تمہاری زندگی اس دنیا میں محال ہے۔

(۲) اعتبار نفس پیدا کرو۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھو۔ انگریز ہمیشہ ہندوستان میں نہیں رہ سکتے۔ دوسروں کی اعانت کے بھروسے پر زندگی نہ بسر کرو۔ ورنہ تم ہندوؤں میں مدغم ہو کر فنا ہو جاؤ گے۔

(۳) تعیش اور کاہلی چھوڑ دو ؎

گیر چہ گانے تگا پر کن کہ فرصت مغتنمست
گر تو میخواہی بمید انے عمل گوئے بری

(۴) ہندوستان تمہارا وطن ہے۔ گو میں چراغ جلا کر مسجد میں چراغ جلایا کرتے ہیں۔ ملک کے معاملات میں حصہ لو۔ تمہاری ہمدردی خود تمہارے لئے زیادہ ضروری ہے۔ ایک غلام قوم کی ہمدردی ترکی افغانستان و ایران کو مفید نہیں ہو سکتی۔

اب بھی وقت ہے کہ تم اپنے اسلاف کے کارناموں سے اگر نہیں تو کم از کم اپنی ہم وطن قوم کی زندگی سے سبق لو۔ تو ~

عجب کیا ہے جو بیڑا غرق ہو کر پھر ابھر آئے
کہ ہم نے انقلاب چرخ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں

سائمن کمیشن کے متعلق جو ہندوؤں کا رویہ ہے۔ وہ ایک مستقل مضمون کا محتاج ہے۔ جو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ (منادی)

KHILAFAT LIBRARY

سکھ اور مسلمان

گذشتہ سے پیوستہ

باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق جنم ساکھی کی گواہی

یہاں تک تو پہلے باوا صاحب کے اقوال۔ اعمال اور شبدوں اور شلوکوں کی بنا پر ثابت کیا ہے کہ وہ مسلمان تھے اب میں آپ کے مسلمان ہونے کے متعلق خود سکھ حضرات کی شہادتیں پیش کرتا ہوں۔ جو بلا خوف تردید اس بات کو پیش کرتی ہیں۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں واراں بھائی گورداس جی اور جنم ساکھی کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے اور جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰ پر ہے ؎

پھر نیلا جبہ پہن کے بیٹھا تکے آن ٭
اکو اک خدا ہے۔ آکھے موہوں کلام
نیلا بانا پہن کر دھریا مصلے سیس
عصا کوزہ پاس رکھ پوری کی حدیث

واراں بھائی گورداس جی کی گواہی

پھر واراں بھائی گورداس جی صفحہ ۱۱ و ۱۲ پر ہے۔

بابا پھر مکے گیا۔ نیل بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلے دھاری

یعنے حضرت باوا صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے۔ نیلے کپڑے پہن کر۔ بغل میں قرآن مجید لٹکا کر وضو کے لئے کوزہ پاس اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہوئے۔

مطلب یہ کہ ان سب باتوں کو کرتے ہوئے باوا صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو پورا کیا میں اس جگہ یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ واراں بھائی گورداس جی سکھوں میں ایک نہایت ہی معتبر کتاب ہے اور اس کی سکھوں کے ہاں اس قدر عظمت اور قدر ہے کہ سکھ اسے شری گرنتھ صاحب کی چابی کہتے ہیں۔ اب ایسی لغہ کتاب اس بات پر مہر کر رہی ہے۔ کہ مصلےٰ عصا اور کوزہ وغیرہ پاس رکھ کر باوا صاحب نے حدیث نبوی کو پورا کیا اور یہ ظاہر ہے کہ کسی حدیث نبوی کو بجز مسلمان کے کوئی پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

تاریخ گوروخالصہ کی باوا صاحب کے اسلام پر شہادت

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ تاریخ گوروخالصہ مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی سکھوں کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۵۵ پر گرو صاحب کا یہ شلوک درج کیا گیا ہے ؎

جمع کر نام دی پنج نماز گذار ٭
باہجوں نام خدائیدے ہوسیں بھکھار

اس کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ باوا صاحب کے متعلق یہ کہا جائے۔ کہ آپ اسلامی احکام مانتے تھے۔ اس شلوک میں باوا صاحب نے جس حقیقت کو پیش کیا ہے وہ زور کے ساتھ بول رہی ہے۔ کہ وہ اسلامی حقیقت ہی فرماتے ہیں۔ عاقبت کے لئے خدا کے نام کا توشہ جمع کرو مگر وہ توشہ بغیر پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی کے ہرگز ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے جمع کرنے کے لئے پانچ وقت کی نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں۔ کیا ایسا شخص جو توشہ آخرت کا جمع ہونا نماز پنجگانہ کے ذریعہ بتاتا ہو۔ خود اس توشہ کو جمع نہ کرتا ہوگا؟ یقیناً وہ اس کے جمع کرنے کے لئے تن من دھن سے کوشش کرتا ہوگا۔ پس ایسے شخص کے متعلق یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ وہ گرویدہ اسلام نہیں ہندو تھا۔ باوا صاحب کا سارا کلام چھان مارو۔ کہیں آپ کو نہیں ملیگا۔ کہ آپ نے سندھیا یا گائتری کا پاٹھ کیا ہو۔ یا اس کے متعلق نصیحت ہی کی ہو۔ کہ تم اسے کرو۔ بلکہ وہ تو جا بجا اس کا ابطال

KHILAFAT LIBRARY

کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور نہ صرف اس سے بلکہ تمام دیگر عقاید سے بھی۔

دوستو! سوچو۔ عازم حج کون ہوتے ہیں۔ نیلے کپڑے کن کے ہاں پہنے جاتے ہیں۔ عصا۔ قرآن۔ کوزہ اور مصلّٰے کا اجتماع کون لوگ کرتے ہیں۔ اور کس غرض سے کرتے ہیں۔ پھر اس شان خصوصی کے ساتھ جو شخص اس مسجد میں جا بیٹھے۔ جہاں حاجی لوگ حج کے لئے جمع ہوں۔ کیا اس کے متعلق یہ کہیں گے کہ وہ ہندو ہے؟ ذرا سوچو اور غور کرو۔ اگر وہ ہندو ہوتا تو قشقہ لگائے مرگ۔ چھالا لئے۔ گڈری۔ ڈوری سنبھالے۔ انگ بھبوت ملے۔ مالا اور کنٹھے پہنے۔ کسی بن میں جا بیٹھتا۔ یا کسی تیرتھ پر جا بسیرا لگاتا۔ حاجیوں کی مسجد میں اسلامی شان خصوصی کے ساتھ جا کر بیٹھنے کی کیا وجہ؟

واراں گوبند داس جی کی حب باوا صاحب کے اسلام پر شہادت

پھر یہی نہیں۔ اسی واراں بھائی گوبند داس جی کے صفحہ ۱۴۱ پر مندرج ہے۔ کہ

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں
اِک بابا اکال روپ دوجا ربابی مرداناں
دتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

سورت نہیں۔ ہردوار نہیں۔ بنارس نہیں۔ جگن ناتھ۔ بندرا بن نہیں۔ سومنات نہیں۔ بلکہ باوا صاحب بغداد گئے ہاں اس بغداد میں جو ایک عرصہ تک اسلامی حکومت کا گہوارہ رہا۔ اور جس میں کوئی مندر نہیں۔ کوئی شوالا نہیں۔ بلکہ مزار ہیں۔ روضے ہیں۔ خانقاہیں ہیں۔ جہاں ٹل نہیں بجتے۔ ناقوس نہیں بولتے...... بلکہ بانگ اللّٰہ اکبر بلند ہوتی ہے۔ باوا صاحب وہاں گئے۔ وہاں ڈیرا لگایا۔ بھائی مردانہ بھی ہمراہ تھا۔ ایک دلکش اور سُریلی آواز میں باوا صاحب نے بانگ دی اور ایسی رسیلی اور پیاری آواز میں قرأت پڑھی کہ سب انگشت بدنداں رہ گئے۔

میرے سکھ بھائی اور ہندو دوست ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کیا باوا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اس پر بھی اگر انکار ہے تو خدا حافظ۔

تاریخ گورو خالصہ سے شہادت

تاریخ گورو خالصہ حصہ اوّل صفحہ ۲۴۲ پر مذکور ہے۔ "بابا جی جدے جا اُترے۔ ایتھے نالی جواوی قبر تو پوربت رخ دریائے

کنارے بابے دا مکان ہے۔ اسے نوں نانک قلندر یا ولی ہندو دا دائرہ آکھدے سن۔ عرب وچ باوا جی عصا۔ اشادہ (کوزہ)، مصلّٰے (جائے نماز) کتاب (قرآن کریم) نیلے رنگ دتی دی ٹوپی۔ (پشمینے کی ٹوپی جو اکثر صوفیا لوگ پہنتے ہیں) رکھدے سن۔ تے اپنے ساتھیاں پاسوں بھی رکھاندے سن"۔

صاحبان! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ آپ سن رہے ہیں۔ کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ اس ہیئت و شان کے ساتھ ہندو بھی رہا کرتے ہیں۔ یقیناً آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ سکے۔ کہ ہاں ہندو لوگ بھی یہ لباس پہنا کرتے ہیں۔ اور اس طرح قرآن۔ عصا۔ کوزہ اور مصلّٰے پاس رکھا کرتے ہیں۔ اور اذانیں دیتے ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور حج کرتے ہیں۔ اور نہ صرف خود کرتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ پس یہ مسلمانوں ہی کا وطیرہ ہے۔ اور انہی کی یہ شان ہے۔ کہ وہ تذلل و انکسار اختیار کرنے کے لئے جہاں اپنی سیرت میں عاجزی اور فروتنی پیدا کرتے ہیں۔ وہاں اپنی صورت کو بھی خاکسارانہ بناتے ہیں۔

تاریخ گورو خالصہ سے دوسری شہادت

اور سنئے! بھائی گیان سنگھ جی گیانی اپنی تاریخ گورو خالصہ کے صفحہ ۲۶۴ پر تحریر کرتے ہیں۔

"بابے جی نے اپنے ساتھیاں نوں آکھیا۔ تسیں سچے حاجی نہیں۔ اس راستے وچہ مہر اور محبت اور خیرات کرنے جایئے تاں فیض پائیدا ہے۔ جے ٹھٹھہ بازی اور مسخری کردے جایئے تاں حاجی نہیں ہوندا"۔

اللّٰہ اللّٰہ اس قدر عظمت حج کی باوا صاحب کے دل میں تھی۔ کہ اپنے ہم سفروں کو بھی مہر و محبت اور خیرات کی تلقین کرتے ہیں۔ اور ٹھٹھہ بازی اور مسخری سے روکتے ہیں۔ کیا اس عظمت کا باوا صاحب کے دل میں ہونا اس بات کا بیّن ثبوت نہیں۔ کہ باوا صاحب کے رگ و ریشہ میں اسلام اثر کر چکا تھا۔ اور وہ پکّے اور سچے مسلمان تھے۔ میرے دوستو! سوچو اور پھر سوچو۔ کہ ان سب امور کے ہوتے ہوئے کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ باوا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اور ہندو تھے اگر ہندوؤں کے یہی طریق ہیں۔ تو "دل ما شاد چشم ما روشن"

انہیں چاہئے۔ کہ ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اور ان سے سرمو غفلت نہ کریں۔ لیکن دوستو کوئی نہیں ہوگا۔ جو یہ کہے کہ یہ ہندوؤں کے طریق ہیں۔ یہ تو خالص مسلمانوں کے طریق ہیں اور خود سکھ صاحبان اور ان کی مستند کتاب اس بات کی شہادت بہم پہنچا رہی ہے۔ کہ یہ طریق مسلمانوں کے ہیں۔ اور باوا صاحب نے چونکہ انکو اختیار کیا ہے۔ اس لئے وہ بھی مسلمان تھے۔

انتخاب نمائندگان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللّٰہ بنصرہ العزیز کی ہدایات

اس سے قبل ناظرین نمایندگان کے انتخاب کے متعلق اعلان ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایات برائے انتخاب نمایندگان ناظرین کی آگاہی کے لئے درج کی جاتی ہیں۔

احمدی جماعتوں کو ایسے لوگوں کو اپنے نمایندے انتخاب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو واقع میں نمایندہ کہلا سکیں نمایندہ منتخب کرنے میں جماعتیں بہت احتیاط سے کام لیا کریں۔ بعض جماعتیں ایسے نمایندے منتخب کرکے بھیج دیتی ہیں۔ جن کی آواز جماعت میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔ وہ صرف ایسے شخص کو جو فارغ ہو بھیج دیتی ہیں۔ بسا اوقات ایک جماعت کا امیر تو نہیں آتا اور کسی دوسرے کو بھیج دیتا ہے۔ وہ لوگ نہیں جانتے کہ اس طرح سے نہ صرف جماعت کے مشورہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے جو نظام مقرر کیا ہے۔ اس کو بھی نقصان پہنچتا ہے ایک قوم نے اس طرح ناقدری کی تھی۔ جس کی اُسے ایسی سزا ملی کہ پھر وہ اُسے ہٹا نہ سکی۔ وہ بنی اسرائیل کی قوم تھی۔ ایسے لوگ نہیں جانتے کہ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ کسی کو اس مجلس میں نمایندہ بنایا جاتا ہے۔ جو تمام دنیا کے حالات ڈھالنے والی ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا انہیں اتنی بڑی عزت دینا ہے۔ کہ اگر ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی ہو۔ تو اس مجلس کی ممبری کو جسے آیندہ دنیا کو ڈھالنا ہے۔ بہت عزت سمجھیگا۔ پس نمایندہ کے منتخب

KHILAFAT LIBRARY

کرنہیں سُستی اور لاپرواہی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

ان نمایندوں پر ذمہ واری کتنی بڑی ہے۔ کہ آیندہ جب خلافت کے انتخاب کا سوال درپیش ہو گا۔ تو مجلس شورای کے ممبروں سے ہی اس کے متعلق رائے لیجائیگی۔ یہ کتنا اہم اور نازک سوال ہے اسلئے بااثر نمایندہ کو منتخب کرنا چاہیئے۔

جب کسی جماعت سے نمایندہ منتخب ہوتا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ سیکرٹری یا پریذیڈنٹ یا امیر اپنی طرف سے منتخب کردے بلکہ ساری جماعت سے مشورہ کیا جائے۔ اور جو تحریر سیکرٹری مجلس مشاورت کے پاس بھیجی جائے۔ اس میں یہ لکھا جائے کہ ہماری جماعت نے اکٹھے ہو کر مشورہ کرکے فلاں شخص کو نمایندہ منتخب کیا ہے۔ سیکرٹری یا پریذیڈنٹ یا امیر اپنی طرف سے جماعت کو پوچھے بغیر نمایندہ مقرر نہیں کرسکتے۔ جماعت کا مشورہ لیکر مقرر کرنا ضروری ہے۔

سیکرٹری مشاورت

اعلان نظارت تعلیم و تربیت

سیکرٹری صاحبان تعلیم و تربیت و امراء جماعتہائے احمدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ آپ صاحبان بفضل خدا اپنی جماعت کے جملہ مردوزن و بچگان کی تعلیمی ترقی وعملی حالت کی اصلاح و بہبودی کے واسطے حتی الوسع کوشاں ہوں گے۔ اور یہ امر بھی آپ پر واضح ہو گا۔ کہ جس طرح اپنی اپنی جگہ مقامی جماعت کے افراد کی بہتری و ترقی کیلئے کوشش کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ آپ صاحبان کی کوشش اور جو نتائج اسپر مترتب ہوں۔ ان سب کا علم مرکز کو بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی مقصد کیلئے نظارت ہذا نے رپورٹ کی فارمز بصورت لفافہ چھپوا کر ہر ایک سیکرٹری صاحب تعلیم و تربیت کیخدمت میں ارسال کردی ہوئی ہیں۔

ابتداءً ایک خاص تعداد جماعتوں کیطرف سے مذکورہ بالا ماہواری رپورٹ موصول ہوتی رہی ہے۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ کمی آنی شروع ہوئی۔ حتے کہ اب صرف چند ایک جماعتوں کیطرف سے رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ اور باقی ماندہ جماعتوں نے اپنے اس فرض کی اہمیت کو ایک حد تک نظر انداز کر دیا ہے۔ لہذا بذریعہ اعلان ہذا آپ صاحبان کو توجہ دلاتے ہوئے امیدرکھتا ہوں۔ کہ آیندہ کے لئے آپ صاحبان جس طرح جماعت کی بہتری کے واسطے کوشش کرنا ضروری اور فرض سمجھتے ہیں ویسے ہی مرکز میں اس کی باقاعدہ رپورٹ بھجوانے کی طرف بھی خاص توجہ رکھینگے۔ اور ہر ایک انگریزی مہینے کے ختم ہونے پر اس کی رپورٹ تیار کرکے نئے مہینے کی ابتدا میں باقاعدہ ارسال فرماتے رہینگے۔ تمام جماعتوں کی طرف سے زیادہ سے زیادہ ہر نئے مہینے کی دس تاریخ تک گزشتہ ماہ کی رپورٹ دفتر نظارت ہذا میں موصول ہو جانی چاہیئے۔ ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء کی کارگزاری کی رپورٹ بہت جلد ارسال فرمائی جائے۔ اللہ تعالیٰ آپکے ساتھ ہو۔

(مولوی عبدالرحیم درد۔ ناظر تعلیم و تربیت)

ایک مقدّس تحریک

گزشتہ سال ہندوستان کے طول و بلد میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سیرت پر ۱۷۔ جون کو حضرت امام جماعت احمدیہ کی تحریک پر سینکڑوں جگہ جلسے ہوئے تھے۔ اور یہ تحریک اس قدر کامیاب ہوئی تھی۔ کہ اُسدن بیسیوں مقامات میں ایک ہی سٹیج پر مسلم اور غیر مسلم نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں رطب اللّسان تھے۔ چونکہ اس قسم کے جلسوں سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت پہنچنے کے علاوہ ہندوستان کی مختلف اقوام میں رشتۂ اتحاد و محبت پیدا ہونے کی بہت حد تک امید ہے اس لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس سال بھی اس قسم کے جلسوں کیلئے ۲ رجون بروز اتوار کی تاریخ منظور فرمائی ہے۔ اور چونکہ ان جلسوں کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ اسلام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس سے آپ رحمۃ اللعالمین ثابت ہوں۔ اور اُمم اسلامیہ و غیر اسلامیہ پر آپ کی ہمدردی۔ خیر خواہی۔ اور احسانات کا اظہار ہو اور تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے آپ کے درد اور بیقراری کے واقعات اُن لوگوں کے سامنے رکھے جائیں۔ جو آپ کو نوع انسان کا دشمن خیال کرتے ہیں۔ اور جن کے دل حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے بغض و عناد سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے امسال بھی ایسے مضامین تجویز کئے گئے ہیں۔ جن کی بنیاد تو حضور ہی نے ڈالی۔ لیکن زمانہ کی ترقی سے آجکل تمام اقوام میں مقبول ہیں۔ یعنی

(۱) رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیر مذاہب سے معاملہ بلحاظ تعلیم اور تعامل۔

(۲) توحید باری تعالیٰ پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور زور۔

پس اب بھی خواہان بنی نوع انسان سے عموماً اور برادران اسلام سے خصوصاً درخواست ہے کہ ۲ رجون کے جلسوں کیلئے اپنی اپنی جگہ خود انتظام کرکے سیکرٹری صیغہ ترقی اسلام قادیان پنجاب کو اطلاع دیں۔ مندرجہ ذیل امور کے متعلق اطلاع دینا انتظام کیلئے لازمی ہو گا۔ اندراجات صحیح اور خوشخط ہوں۔

(۱) مقام جلسہ موضع و صوبہ (۲) منتظم جلسہ معہ مکمل پتہ (۳) نام لیکچرار معہ مکمل پتہ (۴) نام اطلاع دہندہ معہ مکمل پتہ

اس قسم کی اطلاع آنے پر اسی تفصیل کے ساتھ دفتر ترقی اسلام کے رجسٹر میں اندراجات ہو جائیں گے۔ اور اخیر مارچ یا شروع اپریل میں لیکچراروں کے نام دونوں مضامین کے متعلق مطبوعہ نوٹ بھیجے جائیں گے۔ جن سے انہیں مضامین کی تیاری میں سہولت ہو جائیگی۔

خاکسار فتح محمد سیال ایم اے سیکرٹری صیغہ ترقی اسلام قادیان پنجاب

مجلس مشاورت کی تاریخیں

امسال مجلس مشاورت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی ہدایت کے ماتحت بتواریخ ۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ ، مارچ ۱۹۲۹ء ایام تعطیل ایسٹر میں منعقد ہو گی۔

چونکہ ۲۹۔ کو جمعہ ہے۔ اس لئے مجلس کا انعقاد بعد نماز جمعہ ہو گا۔ اور اتوار کی دوپہر تک رہیگا۔ تمام جماعتیں مطلع رہیں۔ تمام خط و کتابت متعلق سوالات و ڈیلیگیٹس وغیرہ بدستور سابق دفتر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے کی جاوے۔

(ذوالفقار علی خان۔ ناظر اعلیٰ)

KHILAFAT LIBRARY

اِکسیر البدن
(رجسٹرڈ از گورنمنٹ عالیہ)

یہ اسم بامسمی دوا جملہ دماغی اور بدنی کمزوریوں کا ایک ہی علاج ہے کئی ناتوان اور گئے گذرے انسان اسکے استعمال سے از سر نو زندگی حاصل کر چکے ہیں۔ اگر آپ بھی عمدہ صحت پاکر دنیا میں لطف زندگی سے مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔ تو آج سے ہی اسکا استعمال شروع کر دیں۔ ایکماہ کی خوراک کی قیمت صرف پانچ روپے محصولڈاک علاوہ

ایک تجربہ کار حکیم کی شہادت

جناب مولوی حکیم قطب الدین صاحب جو قادیان کے سب سے پرانے اور تجربہ کار حکیم ہیں۔ وہ اکسیر البدن کے متعلق اپنا تجربہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔ مجھے کمر درد کی شکایت تھی۔ یہاں تک کہ اُٹھنے بیٹھنے سے سخت لاچار تھا آپ کی دوا اکسیر البدن سے میری صحت اچھی ہو گئی ہے۔ واقعی یہ دوا مقوی جسم و اعصاب و دماغ و باہ ہے

موتی سُرمہ
(رجسٹرڈ از گورنمنٹ عالیہ)

ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش چشم جلن۔ پھولا جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ناخونہ گوہانجنی رتوند ابتدائی موتیا بند غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے جیبر ڈاکٹر شفیقہ اور حکیم فرلفیتہ اور بوقت ضرورت بذریعہ تار منگواتے ہیں قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے۔ محصولڈاک۔ علاوہ

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ اور ناظر مقبرہ بہشتی کی شہادت آپ فرماتے ہیں کہ میرے گو میں اس سے قبل بہت سے قیمتی سرمے استعمال کئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا لیکن آپکے سرمہ سے انکی آنکھوں کی سب کمزوری اور بیماری دُور ہو گئی۔ اور ان کی نظر بچپن کے زمانہ کیطرح بالکل ٹھیک اور درست ہو گئی اس پر میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور بدون آپکے تقاضا کے محض فائدہ عام کیلئے ان الفاظ کو اس غرض کیلئے آپ تک پہنچاتا ہوں کہ انکو ضرور شائع کر دیں تاکہ دوسرے لوگ بھی اس مفید ترین چیز سے مستفیض ہوں۔

موتی دانت پوڈر
(رجسٹرڈ)

ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ میلے دانت جملہ امراض کا گھر ہیں۔ یہ منجن نہ صرف یہی کہ آپ کے دانتوں کو موتیوں کیطرح چمکا کر پھولوں کی سی مہک پیدا کریگا۔ بلکہ انہیں فولاد کی طرح مضبوط بنا کر جملہ امراض دندان سے نجات دیگا قیمت فی شیشی ایک روپیہ۔ محصول ڈاک علاوہ

ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول کی شہادت جناب مولوی محمد دین صاحب بی اے سابق مشنری امریکہ حال ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان لکھتے ہیں۔ کہ میں نے موتی دانت پوڈر استعمال کیا۔ بہت مفید پایا۔ علاوہ دانتوں کو سفید اور صاف کرنے کے یہ مسوڑھوں کے عوارض کے لئے بھی نہایت مفید ہے۔

ست سلاجیت خالص

خون پیدا کرتی ہے۔ قوت جسمانی کو بڑھاتی ابتدائی سل و دق۔ دمہ۔ کھانسی۔ ریزش۔ کمزوری سینہ کو دفع کرتی ہے۔ گردہ اور مثانہ کو طاقت دیتی ہے۔ بدن کو فربہ اور ہڈیوں کو مضبوط اور درد کمر کو دور کرتی دماغ کو طاقت دیتی اور درد چوٹ کو موقوف کرتی ہے مرد و عورت بچے بوڑھے سب کیلئے یکساں مفید اور ہر موسم میں استعمال ہو سکتی ہے۔ ایک چھٹانک سے کم روانہ نہیں ہوتی قیمت فی چھٹانک ۱۲/ محصولڈاک علاوہ۔

جناب مرزا محسن بیگ صاحب عدالت نویس بھٹنڈہ سے تحریر فرماتے ہیں آپ کی ارسال کردہ ست سلاجیت بہت مفید ثابت ہوئی دو چھٹانک اور بھیجدیجئے۔

اِکسیر جریان

اس نامراد موذی مرض سے بڑھ کر اور کوئی خطرناک روگ نہیں۔ یہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انسان کی صحت کا ستیاناس کر دیتا ہے۔

کمر میں درد۔ چہرہ زرد۔ طبیعت سرد۔ ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے دل اکتایا ہوا بھوک مری ہوئی۔ غرضیکہ یہ نامراد بیماری انسان کو زندہ درگور بنا دیتی ہے۔ اکسیر جریان اس نامراد مرض کا بہترین علاج ہے۔ قیمت دو روپے چار آنے۔ محصولڈاک علاوہ۔

راحت بخش سفوف

یہ مجرب اور لاجواب سفوف ہے۔ جو اپنے حیرت انگیز کرشموں کی بدولت چاروں طرف سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے۔ کئی گھرانے خدا کے فضل اور اسکے کرشمۂ مسیحائی کی بدولت اولاد کی بے بہا دولت سے مستفیض ہو چکے ہیں۔ اولاد کے خواہشمند ایکبار ضرور اسے استعمال کریں

قیمت پانچ روپے۔ محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ :- مینیجر "نور" ایجنسیز۔ نور بلڈنگ۔ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)